حبیب اللہ صاحب باقاعدہ کسی مدرسے کے فارغ نہیں ہیں لیکن ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور گفتگو کرتے ہیں تو کسی عالم سے کم نہیں رہتے۔ بے حد خلیق اور شگفتہ مزاج بزرگ ہیں کاروبار ذریعہ معاش ہے ہمسایگی کے باعث ان کا ساتھ ہر وقت کا تھا۔ اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی۔

جیسا کہ شروع میں عرض کیا جا چکا ہے۔ ان لیکچروں کے لیے میری دعوت کے اصل محرک افضل العلما مولانا محمد یوسف صاحب کوکن تھے۔ پھر دورانِ قیام میں ازراہِ عنایت اخلاص ومحبت صبح شام مولانا ساتھ رہے۔ اس لیے ایک عزیز دوست کی رفاقت سے جو روحانی اور باطنی سرور حاصل ہوتا ہے وہ تو ہوا ہی، علاوہ ازیں موصوف انگریزی، عربی اور اردو تینوں زبانوں کے نامور مصنف اور جنوبی ہند کی علمی اور اسلامی تاریخ کے سب سے بڑے محقق اور وسیع النظر عالم ہیں۔ اس حیثیت سے وہ سچ مچ کوکن ہیں۔ اور ایک مورخ کی حیثیت سے سینکڑوں علما، مشائخ اور سلاطین کی تاریخ ولادت و وفات گویا ان کے نوکِ زباں ہے۔ اس بنا پر جب بھی ان کا ساتھ ہوا ہے میں نے ان کی معلومات سے استفادہ کیا ہے۔ عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی لیکن شغف کا یہ عالم ہے کہ اب تک دس کتابیں اور کئی اور ست بڑی اہم کتابیں اڈٹ کر کے اپنے حواشی اور مقدمات کے ساتھ شائع کر چکے ہیں۔ مولانا نے صرف ضیافت علمی و ادبی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نہایت پرتکلف لنچ سے بھی ممنون کر فرمایا۔ محب دیرین پروفیسر الحاج عبدالوہاب صاحب بخاری کا بھی بہت شکر گذار ہوں کہ ازراہ کرم روزانہ دونوں وقت تشریف لا کر دلجوئی اور راحت باطنی کا سامان بنے رہے۔ علاوہ ازیں نوجوان طلبا اور دوسرے بیرونی حضرات خصوصاً مولانا جمیل احمد صاحب، ایڈیٹر "الخطیب" جو ملاقات کے لیے بنگلور سے تشریف لائے یہ سب میرے لیے شکریے کے مستحق ہیں۔

ایک عجوبہ | مولانا سید سلیمان ندویؒ نے خطباتِ مدراس کے سلسلہ میں اپنا سفرنامہ جو معارف میں لکھا تھا اس میں ایک شاعر خاندان کا تذکرہ حیرت و استعجاب کے ساتھ کیا تھا۔ اس قسم کی حیرت سے مدراس میں مجھ کو بھی سابقہ پڑا مسٹر ایس شعیب، جنھوں نے میرے ایک لیکچر کی صدارت کی تھی ان کی شخصیت میرے لیے واقعی عجوبہ تھی۔ موصوف مدراس (تامل ناڈو) کے ایک مشہور

خانوادۂ طریقت و معرفت کے ایک فرد ہیں۔ آپ کے والد ماجد کے ہزاروں مرید جنوبی ہند اور سیلون میں ہیں لیکن شعیب عالم صاحب نے کاروبار کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ ان کا شمار مدراس میں صف اول کے مسلمان کاروباریوں میں ہوتا ہے۔ باایںہمہ یہ مدرسہ جمالیہ کے باقاعدہ فارغ التحصیل ہیں اور ساتھ ہی سیلون یونیورسٹی کے بی اے آنرز ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں روانی سے گفتگو اور تقریر کرتے ہیں اور تامل تو ان کی مادری زبان ہی ہے جس کے وہ پرجوش مقرر ہیں۔ عمر چالیس کے لگ بھگ ہوگی۔ دینی حمیت و غیرت میں کسی سے کم نہیں۔ حافظہ بلا کا ہے۔ لکچروں میں روزانہ ملاقات ہوتی ہی تھی۔ لیکن دو مرتبہ قیام گاہ پر آ کر انھوں نے ممنون کیا اور ان سے عربی ادب کے بعض موضوعات پر گفتگو ہوئی تو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ عرب کے قصیدوں پر قصیدے ان کے نوک زبان پر ہیں۔ میں نے کسی شاعر کا نام لیا یا کوئی ایک شعر پڑھا تھا کہ انھوں نے پورا قصیدہ یا کم از کم اس کے دس پانچ شعر فر فر سنا ڈالے۔ ان سے مل کر طبیعت واقعی بڑی محظوظ ہوئی۔ کاروباری مصروفیتوں میں باقاعدہ مطالعہ اور علمی کام بھی کرتے رہنا بڑی خوش قسمتی اور سعادت مندی کی دلیل ہے۔

انوار الباری شرح اردو صحیح بخاری شریف

تالیف مولانا سید احمد رضا بجنوری، تلمیذ علامہ کشمیریؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند۔ بخاری شریف کا مکمل عربی متن مع ترجمہ و شرح، پھر ہر اہم موضوع پر سیر حاصل بحث و نظر مکمل حوالوں کے ساتھ تمام مشہور و معتبر شروح حدیث اور نادر کتابوں کی نقول، سیکڑوں کتابوں سے بے نیاز کرنے والی، گویا علوم حدیث کی انسائکلوپیڈیا۔ علمائے امت کے تفردات و تسامحات کا علمی و تحقیقی جائزہ، پہلی دو جلدوں میں تیرہ سو سال کے اکابر محدثین و ائمۂ مذاہب کے مستند حالات، چالیس جلدوں میں سے بارہ شائع ہوگئی ہیں، جن کی ضخامت ۲۵۸۰ صفحات ہے۔ عام قیمت ۶/- روپے ممبران کے لیے فی حصہ تین روپے علاوہ محصولڈاک

نطقِ انور: حضرت علامہ کشمیریؒ کے ملفوظات عالیہ کا گرانقدر ذخیرہ۔ قیمت سوا دو روپیہ

مکتبہ ناشر العلوم۔ بخارہ روڈ۔ بجنور (یوپی)

التقریظ والانتقاد

جناب چودھری رحیم علی الہاشمی

احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

مصنف: مولانا محمد تقی امینی، ناظم دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ناشر: ندوۃ المصنفین، اردو بازار جامع مسجد دہلی۔ ۶

تقطیع کلاں، صفحات ۳۲۸، قیمت مجلد نو روپے۔

مولانا محمد تقی امینی، ناظم دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بلند پایہ تحقیقی کارناموں میں اس کتاب کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کتاب میں آیات قرآنی احادیث رسول، اقوال صحابہ و اقوال مفسرین و فقہا سے یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حالات و زمانہ کی رعایت سے احکام شرعیہ میں کس حد تک وسعت کی گنجائش ہے۔

کتاب کے پیش لفظ میں مولانا تحریر فرماتے ہیں "جس وقت مسلم قوم قوی اور توانا تھی اس وقت نہ جدید غذا کی ضرورت تھی نہ موجودہ غذاؤں کے لیے نئے ڈبے اور پیکٹ درکار تھے بلکہ ملکی اور معاشرتی قوانین کا جو ذخیرہ موجود تھا۔ وہ وقت اور موسم کے لحاظ سے کافی تھا اور حسب ضرورت استعمال میں آزادی تھی۔ پھر یہ قوم ایسے حالات سے دوچار ہوئی کہ اس کی زندگی کا سب کچھ لٹ گیا۔ وہ بیمار ہوئی اور بیماری آخری ڈگری تک پہنچ گئی۔ لیکن چونکہ اس کی روح میں وحی الٰہی کی آواز سرایت کر گئی تھی اس بنا پر جان بچانے میں کامیاب ہو گئی۔ (لیکن) اس اثنا میں دوسری ضعیف و ناتواں

قومیں اس کی زندگی کے روشن اور تاریک پہلو سے روشنی اور عبرت حاصل کر کے قوی اور توانا بن گئیں اور زمانہ کا رخ موڑ کر انھوں نے ایک نئے دور کا آغاز کر دیا۔ اب جبکہ مسلم قوم نے رو بصحت ہو کر زندگی میں دوبارہ قدم رکھنا چاہا تو وہ دور ختم ہو چکا ہے جس کا آغاز خود اس نے کیا تھا اور وہ دنیا لٹ چکی ہے جس کو (اس نے) اپنے ہاتھوں بنایا اور سجایا تھا۔"

حالات کے اس عالمانہ اور مبصرانہ تجزیہ کے بعد مولانا تحریر فرماتے ہیں:

"قانونِ فطرت کے مطابق کوئی "دور" اس طرح ختم نہیں ہوتا کہ وہ دوبارہ اپنی (پہلی) شکل میں واپس آئے اور کوئی دنیا اس طرح نہیں لٹتی کہ وہ اپنی (پچھلی) حالت پر پھر آباد کی جائے۔ یہ دنیا عالمِ کون و فساد ہے۔ یہاں ہر بگاڑ کے ساتھ بناؤ اور ہر تخریب کے ساتھ تعمیر ہے۔ خود فطرت ہر گوشہ میں کاٹ چھانٹ کرتی اور خوب سے خوب تر شئے کو فٹ کرتی ہے۔ (اور) جب کوئی شئے ایک جگہ فٹ ہو گئی تو کمتر شئے کے لیے وہ جگہ نہ چھوڑے گی بلکہ قبضے کے لیے اس سے بلند تر و بہتر شئے کا ہونا ضروری ہے۔ اس بناء پر یہ توقع فضول ہے کہ سابق دور واپس آئے گا اور اس کے معاشرے میں ملکی و معاشرتی قوانین علیٰ حالہ نافذ ہوں گے۔"

مرض کی اس مدبرانہ اور حکیمانہ تشخیص کے بعد مولانا نے علاج کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے:

"روبصحت ہو کر مسلم قوم نے جس نئی دنیا میں قدم رکھا ہے اگر اس میں رہنا اور چلنا ہے (اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے) تو اس کے احساسات و خیالات کو سمجھنا ضروری ہے، اور تقاضوں اور مطالبوں کو قبول کرنا ناگزیر ہے۔"

ان مطالبوں اور تقاضوں کو قبول کرنے کے لیے احکام شرعیہ میں کس حد تک وسعت اور گنجائش ہے۔ اسی بحث پر یہ ساری کتاب مبنی ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا نے سب سے پہلے قرآن کریم سے استدلال کیا ہے اور قرآن کے اصولِ نسخ سے بحث کی ہے اور فرمایا ہے: "قرآن حکیم میں بیان کردہ اصولِ نسخ کے ذریعہ احکام کے موقعہ و محل متعین کرنے کی اجازت دی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ معاشرہ شریعت سازی کی بنیاد ہے اور احوال و مصالح عمارت تعمیر کرنے کے سامان ہیں۔ نسخ کا اصل تعلق طریقِ نفاذ

سے ہے کہ اس کے ذریعہ احکام کی تقدیم و تاخیر، تخصیص و تعمیم اور تقیید و تجدید کی جاتی ہے۔ چنانچہ مکی و مدنی مشروعات میں بھی فرق ہے کہ مدنی مشروعات "مکی مجملات کی تفصیل اور مطلقات کی تقییدہے" لیکن اجمال کی تفصیل اور مطلق کی تقیید میں کلیات اپنی جگہ باقی رہیں، ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ "روح اور مقصد کے ساتھ اصل حکم ہمیشہ برقرار رہے گا۔ اس میں تبدیلی کبھی نہیں ہوگی۔"

اس کے بعد مولانا نے قرآن مجید کی متعدد آیات سے مالیات کی تنظیم و تقسیم، غنیمت و انفال، جرائم کی سزا، حکومت کی شکل، امیر کے انتخاب وغیرہ میں شرعی احکام کی جو مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں وہ واضح کرکے بتایا ہے کہ اصل مقصود عدل و توازن کا قیام ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے جو قوانین وضع کیے جائیں گے وہ سب شرعی اور اسلامی ہوں گے۔ البتہ انسان کے تین بنیادی حقوق یعنی رہنے کے لیے گھر، تن ڈھانکنے کے لیے کپڑا اور پانی اور روٹی کا ٹکڑا، ان کی ضمانت معاشرہ کا فرض ہے۔ اور جس نظام میں ان بنیادی حقوق کی ضمانت نہیں ہے وہ اسلامی یا شرعی نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا نے فرمایا ہے کہ "مذہب کی ترویج و تبلیغ میں جب تک دنیوی مصالح کو خاص اہمیت نہ دی جائے گی اس وقت تک نہ مذہب کی حفاظت و بقا کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ اقامت دین کا سوال شرمندۂ تعبیر ہوتا ہے۔" نیز اسلامی اجتماعیت پر زور دیتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ "مسلمانوں میں اگر لامذہبیت کے دھارے کو روکنا اور مذہب کا ذکو تقویت پہنچانا ہے تو اسلامی اجتماعیت کی تبلیغ کرنی ہوگی۔ اور بدلے ہوئے حالات کے مطابق اجتماعی تنظیم و تقسیم کا نظم قائم کرنا پڑے گا۔" اور یہ انتباہ دیا ہے کہ "جو تبدیلی اسلام کے نام پر آسکتی ہے اگر مذہبی نمائندے اس کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوئے تو بدترین شکل میں اس سے کہیں زیادہ تبدیلی ہو کر رہے گی، (اس لیے کہ) نہ تاریخ کی فطری رفتار کو کوئی بدل سکتا ہے اور نہ کسی کی خواہش و آرزو حالات کے دباؤ کا مقابلہ کر سکتی ہے۔"

مولانا نے قرآنی آیات، احادیث رسول اور فقہا کی تشریحات کی بنا پر ان امور کی اہمیت پر زور دیا ہے کہ (۱) کائنات کی ساری چیزیں بطور امانت کے استعمال کے لیے ہوں گی (۲) حکومت

کا نظام شورائی ہوگا۔ (۳) مملکت کے تمام افراد بلا تخصیص حقوق میں مساوی ہوں گے، ذات پات، رنگ، ونسل زبان ووطن، مذہب وملت کی بنا پر کوئی امتیاز نہ ہوگا، (۴) غیر مسلموں سے جنگ و ارتداد کی سزا وغیرہ ان کی ظلم وزیادتی اور بغاوت کی بنا پر ہوگی نہ کہ کفر وشرک اور اختلاف مذہب کی بنا پر۔

مولانا نے یہ بھی مستحکم دلائل سے ثابت کیا ہے کہ تنظیم وتقسیم میں حکومت کے اختیارات پر حدبندی نہیں ہے اور بتایا ہے کہ (۱) حکومت کا حق ہے کہ اسراف اور فضول خرچی سے بچانے اور عدل و اعتدال پیدا کرنے کے لیے آمدنی واخراجات کی حد مقرر کرے (۲) سرمایہ کو پھیلانے اور مالداروں سے مال حاصل کرنے کے لیے مفادِ عامہ کے پیش نظر حسبِ صوابدید مختلف طریقے اختیار کرے، (۳) زبردستی اسباب فروخت کرنے کا حکم نافذ کرے، (۴) بے خانماں اشخاص کو جبراً مکان دلوانے اور مزدور سے مناسب اجرت پر جبراً کام لینے کی وسعت ہے، (۵) کھانا کپڑا مکان وغیرہ کی فراہمی کے لیے حکومت ہر قسم کے قوانین نافذ کرنے کی مجاز ہے (۶) اراضی کے متعلق حکومت کے اختیارات زیادہ وسیع ہیں اور اس سلسلہ میں نہ صاحب زمین کی رضامندی کی ضرورت ہے نہ اس کا معاوضہ دینا لازمی ہے۔ البتہ متعلقہ شخص کے بنیادی حقوق کا لحاظ رکھنا ضروری ہے (۷) حکومت کو مفادِ عامہ کے پیش موقوفہ اراضی . . . . میں بھی واقف کی مقرر کردہ شرطوں کی مخالفت جائز ہے۔

"لیکن یہ سارے اختیارات اسی حکومت کے لیے ہیں جو خلق خدا کی کفالت کی ذمہ داری لیتی ہو۔"

اس کے بعد مولانا نے مختلف جرائم کی شریعت نے جو سزائیں مقرر کی ہیں ان میں خاص حالات کے ماتحت تبدیلی کی صورتیں واضح کی ہیں۔ مثلاً چوری کی سزا قرآن مجید میں ہاتھ کاٹنے کی ہے لیکن چونکہ مال کی مقدار مقرر نہیں ہے اس لیے رسول اللہ کی تشریح کے مطابق فقہا نے مال کی مقدار مقرر کی ہے جس پر شرعی سزا واجب ہوتی ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی مقدار دس درہم یا ایک